

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اشارات

فردی میں جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کا جو اجتماع ہوا تھا اس میں مختلف مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ طے کیا گیا تھا کہ ایک مرکزی ادارہ قائم کرنے کے لیے اگر کوئی مستقل مقام پس نہیں آتا تو سر دست عارضی طور پر ہی ایک مرکز بنایا جائے تاکہ وہاں ہم نپنی قوت کے ایک متحدہ حصہ کو مجتمع کر سکیں اور ضروری تعمیری کاموں کی بنا رکھ دیں۔ اس غرض کے لیے ابتداً ریسالٹ کوٹ کے ضلع میں ایک مناسب مقام منتخب کر لیا گیا تھا اور بیرونی جماعتوں کو اس کی اطلاع بھی دیدی گئی تھی، مگر بعد میں چند اسباب اس تجویز کو ترک کر دینا پڑا۔ اب میں نے اسکان شوریٰ کے مشورہ سے پٹھان کوٹ کے قریب قریہ جمال پور کی طرف منتقل ہونے کا فیصلہ کیا ہے جہاں چوہدری نیاز علی خاں صاحب نے زیادہ عنایت اپنے وقفہ کی عمارت میں مستعار دینا قبول فرمایا ہے۔ ان اشارہ اجون تک میں اپنے چند فقہار کے ساتھ وہاں منتقل ہو جاؤں گا اور دفتر ترجمان القرآن بھی اب یہیں رہے گا۔ آئندہ تمام مراسلت اس پتہ پر ہونی چاہیے: دفتر ترجمان القرآن، ادارہ دارالاسلام پٹھان کوٹ۔ ریل یا ٹرکس بس سے وہاں پہنچنے کے لیے سرنائٹیشن کراٹھ لیا جاتا ہے جو امرتسر۔ پٹھان کوٹ لائن پر آخری اسٹیشن ہے۔ یہ نقل مقام عارضی ہے۔ سر دست صوفی زادہ جنگ کے لیے اس جگہ کو جماعت کا مرکز بنایا گیا ہے آئندہ جو اللہ کی مشیت ہو۔

جنگ کی وجہ سے جو صورت حال اس وقت ہندوستان میں پیدا ہو چکی ہے اس میں روز بروز زیادہ شدت تھی ہوتا جاتا ہے کہ ہماری اس تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ زیادہ مدت تک جاری نہ رہ سکے گا۔ اگرچہ میں نے اپنے امکانی ذرائع کو کام لے کر اب تک کسی نہ کسی طرح کام جاری رکھا ہے، لیکن مشکلات اب اتنی بڑھ گئی ہیں کہ اگر کوئی اجتماعی شخص نہ لگی گئی تو میری انفرادی قوت تین چار مہینہ سے زیادہ اس کام کو نہ سنبھال سکے گی۔ اشاعت کے کام کو آخر وقت

تک جاری رکھنے کی واحد صورت مجھے یہ نظر آتی ہے کہ ہمارا اپنا ایک پریس ہو جسے ہم اپنے ساتھ ہی اپنے مرکز میں رکھیں اور کاغذ کا کم از کم ذخیرہ فراہم کر لیا جائے جو دو ڈیڑھ سال تک کام لے سکے اس غرض کے لیے ہمیں پانچ ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ اس رقم کی فراہمی کے لیے جو حضرات فرضِ حق سے ہماری اعانت فرمائیں گے ان کی عطا کردہ رقمیں تاج محل مکان جلدی سے جلدی ادا کر دی جائیں گی۔ اور جو حضرات فی سبیل اللہ ہماری اعانت فرمائیں، ان کا اجراء اللہ کے ذمہ ہے۔ پریس اور کاغذ کا ذخیرہ، دونوں چیزیں میری ذاتی ملکیت ہوں گی بلکہ جماعتِ اسلامی کی ملک ہوں گی اور انشائاً تدبیرِ جماعت و اس کے کام کے لیے بہت بڑی تقویت کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

جن حضرات کے ذمہ اس دفتر کی کتابوں کا حساب واجب لاا ہے ان سے گزارش ہے کہ براہِ کرم اپنا حساب بے تا کرنے میں مجتہد فرمائیں۔

اسی سلسلہ میں مجھے دلی رنج و افسوس کے ساتھ ناظرین کو یہ اطلاع بھی دینی ہے کہ کاغذ کی کمیابی کے سبب ہی میں ترجمان القرآن کی ضخامت میں مزید آٹھ صفحات کی تخفیف کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ جب تک معاملہ محض گرائی تک ہائیں نے ہر قیمت پر اس رسالہ کی شان اور ضخامت برقرار رکھی لیکن اب بازار میں کاغذ کا ملنا ہی مشکل ہو رہا ہے اس لیے تخفیف کے بواپارہ نہیں۔ تاہم یہ تخفیف عارضی ہے اگر ہمیں کاغذ کافی ذخیرہ فراہم کرنے میں کامیابی ہوگی تو انشائاً اللہ پھر پھر ۲۷ صفحات ہی پر شائع کیا جائے گا۔

دستورِ جماعت پر پچھلے دس ہفتوں میں مختلف حلقوں سے جن شہادتِ اعتراضات کا اظہار کیا گیا ہے ان پر میں نے اور میرے رفقاء نے حتی الامکان پورے انصاف کے ساتھ غور کیا ہے جن مقامات پر واقعی کسی شبہ کی گنجائش تھی، یا جن اعتراضات میں کوئی فتنہ ہم نے محسوس کیا ان کو ملحوظ رکھ کر ہم نے عبارات میں ترمیم کر دی ہے۔ یہ ترمیم شدہ دستور شائع ہو چکا ہے۔ جن اصحاب کے پاس پہلے دستور کی کاپیاں ہوں وہ براہِ کرم اس سے مقابلہ کر کے اصلاح کر لیں۔

ہم ان حضرات کے بہت شکر گزار ہیں جنہوں نے دستور پر اپنی توجہات مبذول فرمائیں اور اپنے شہادتِ اظہار

سے ہم کو یہ دیکھنے کا موقع دیا کہ اس میں کہاں کوئی کمزوری ہے۔ بچے وہ اعتراضات جن کو ہم نے اتنا دزنی نہیں پایا کہ انھیں قبول کیے کہ صورتوں میں ترمیم کرتے، تو ان کے مصنفین سے ہم گزارش کریں گے کہ بچیدہ خاطر نہ ہوں۔ خود ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے تو انھیں محسوس ہو جائے گا کہ ان کے اعتراضات زیادہ تر تعبیرات پر ہیں نہ کہ نفس مدعا پر، اور تعبیرات میں دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا قاعدہ کلام آدمی بھی شاید ایسا کامیاب نہیں ہو سکتا کہ سب لوگ اس کے طرز تعبیر سے مطمئن ہو جائیں اور کسی کو کہیں سے گرفت کی گنجائش نہ ملے۔ ہر شخص یا گروہ اپنے مدعا کو ظاہر کرنے کے لیے بہر حال ایک خاص انداز کی عبارت اختیار کرتا ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ تمام اشیاں اور گروہوں کے مذاق سے مطابقت رکھتی ہو۔ اگر مدار بحث اس چیز کو بنایا جائے تو ایک معنی کے لیے جو عبارت بھی اختیار کی جائے گی وہ اعتراضات سے نپچ سکے گی حتیٰ کہ یہ سلسلہ کہیں اس وقت ختم ہو گا جبکہ شاید معنی ہر بات عبارت عاری ہو کر رہ جائے۔ اہل عقل کا کام یہ نہیں ہے کہ الفاظ و عبارات کو خوردبین لگا کر دیکھیں اور بہت اعتراضات کی گنجائشیں ڈھونڈیں۔ انھیں مدعا کو دیکھنا چاہیے اور مدعا اگر برحق ہو تو محض اس بنا پر ایک حق بات کی مخالفت نہ کرنی چاہیے کہ اسے بیان کرنے کے لیے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا جو ان کے مذاق کے مطابق ہوتا۔

خالص تبصری اعتراضات کے علاوہ بعض اعتراضات ایسے بھی ہماری نگاہ سے گزریں جن میں فقہانہ اور منکرانہ باریک بینی سے کام لیا گیا ہے۔ اس باب میں ہم ایک صوفی حقیقت کی طرف اشارہ کر دینا کافی سمجھتے ہیں جسے اگر ذہن نشین کر لیا جائے تو ایسے تمام اعتراضات کا دروازہ خود ہی بند ہو جائے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ دعوت کی زبان اور فقہ و کلام کی زبان میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے اور ان دونوں کاموں کی نوعیت کچھ ہے ہی اتنی مختلف کہ دونوں کے لیے ایک انداز بیان کبھی موزوں نہیں ہو سکتا۔ فقیر چونکہ احکام شریعت اور ان کے بھی زیادہ تر جزئیات سے بحث کرتا ہے، لہذا اس کے لیے ناگزیر ہے کہ قانون کی نئی نئی زبان استعمال کرے اور اپنے ہر بیان کو قیود اور تخصیصات سے مستند کرے تاکہ ایک حکم جس صورت میں معاملہ سے متعلق ہے اس کے پورے

حدود پر حاوی بھی ہو اور کسی قریب تر مگر مختلف صورت معاملہ کے حکم سے خلط ملط بھی نہ ہو جائے۔ اسی طرح متکلم کو چونکہ عقائد کے جزئیات و فرع اور جدل و خلاف کے مسائل سے بحث کرنی ہوتی ہے اس لیے وہ بھی مجبور ہے کہ فروعی مسائل کے حدود الگ الگ بیان کرے، تمام ممکن تشقیقات کو ملحوظ رکھے، اور ایسی جگہیں اور کسی ہوئی زبان میں کلام کرے کہ فروعی حد بندیوں میں التباس و اشتباہ کی گنجائش نہ بچ سکے بخلاف اس کے داعی کا کام نہ فتویٰ دینا ہے اور نہ اعتقادی مسائل کا تجزیہ کرنا۔ اسے تو اصل دین کی طرف لوگوں کو پکارنا اور دیانت و اخلاق کے بلند ترین مراتب کی طرف قلوب کو کھینچنا ہوتا ہے۔ اس لیے اسے تذکیہ کی موثر زبان اختیار کرنی ہوتی ہے۔ اگر اس کام میں وہ قانونی زبان استعمال کرے یا جدل و خلاف کی زبان میں گفتگو کرنے لگے تو اس کی دعوت بالکل ہی بے اثر ہو کر رہ جائے۔ قانون اور کلام کی زبان میں دعوت نہ بھی دی گئی ہے، اندی جاسکتی ہے، اور اگر دی بھی جائے تو کبھی موثر نہیں ہو سکتی۔ داعی کو اس کام کی نوعیت ہی مجبور کرتی ہے کہ قانونی باریکیوں اور کلامی جزئیات سے واقف ہونے کے باوجود اپنی دعوت میں ان کو بالقصد نظر انداز کر جائے۔ کیونکہ بالعموم ان باریکیوں کو ملحوظ رکھنا دعوت کی راہ میں نہ صرف یہ کہ مددگار نہیں ہوتا بلکہ اٹھا کر تباہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ قانونیت اور جدل و کلام میں جن لوگوں کا اشتغال زیادہ بڑھ گیا ہے وہ اس لطیف فرق کو نہیں سمجھتے اور دعوت کی زبان کو بھی اپنے فن کی کسوٹیوں پر کسنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اگر وہ قرآن و حدیث میں غور کریں تو انھیں معلوم ہو جائے کہ خود اللہ اور اس کے رسول برحق نے بھی دعوت اور قانون کے لیے الگ الگ زبان اختیار فرمائی ہے اور دعوت میں ان تمام باریکیوں کو نظر انداز کر دیا ہے جو فتوے میں ملحوظ رکھی جاتی ہیں

اجتماع اول کی روداد پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں، ان پر بھی میں نے اور میرے رفقاء نے

اچھی طرح غور کر لیا ہے۔ ان اشارات و عنقریب اس کو دوبارہ شائع کرنے کی نوبت آئے گی۔ اس وقت ایسی توضیحات کر دی جائیں گی جن سے اہل حق کی تشفی ہو جائے گی۔ رہیں بدگمانیاں، تو ان کو

رفع کرنا کسی کے بس کا کام نہیں ہے۔ انھیں رفع کرنے کی کوشش میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ہم یہ سعی کریں گے کہ اپنے نفس اور اپنے عمل کو بدگمانی کی ہرجائز وجہ سے پاک رکھیں اور اپنا دامن پاک ہی ایسے ہوئے اپنے مالک کے حضور میٹھیں۔ اب جو لوگ اپنے قیاس و گمان پر اتنا اعتماد رکھتے ہیں کہ آخرت کی جوابدہی کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہیں، انھیں اختیار ہے کہ جس قدر چاہیں ہمارے متعلق بدگمانیوں کی اشاعت کریں۔ ایک وقت آئے گا کہ انھیں خود اپنے گمانوں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

تفہیم القرآن کے سلسلہ میں بعض حضرات نے اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ قرآن مجید کی اصل عبارت ساتھ ساتھ کیوں نہیں دی جاتی۔ میں ان کا طینان دلاتا ہوں کہ قرآن کا ترجمہ بلا متن ضائع کرنے کو جس قدر برا وہ سمجھتے ہیں اتنا ہی بُرا میں بھی سمجھتا ہوں لیکن اول تو میں ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی کر رہا ہوں جو لفظی قیود سے ایک حد تک آزاد ہے اور دوسرے یہ کہ رسالہ میں اس کی اشاعت محض مسودہ کی حیثیت سے ہو رہی ہے اور زیادہ تر اس کی غرض اہل علم سے مشورہ لینا ہے، پھر میں یہ بھی اعلان کر چکا ہوں کہ کتابی شکل میں اسے جشائع کیا جائے گا اس وقت نہ صرف یہ کہ متن اس کے ساتھ ہوگا بلکہ شاہ صاحب کا لفظی ترجمہ بھی بین السطور درج کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اس سلسلہ کو رسالہ میں متن کے بغیر صیح کرنا کس دلیل سے ناجائز ہے۔